Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:26, Issue:2, 2021, pp.29-43

خبر متواتر اور اخبار آحاد میں ابن حزم ظاہری کا نقطہ نگاہ

Ibn-e-Hazm Zahiri's point of view in Khabar Mutawatir and Akhbar Ahad

Dr. Hafiz Farhan Arshad *(corresponding author)*

Assistant Professor, Department of Islamic Studies

GIFT University, Gujranwala.

Email: Farhan.arashad@gift.edu.pk

KEYWORDS

QURAN, HADITH, SUNNAH, RELIGION, INTERPRETATION, INHERITANCE

ABSTRACT

Religion is a complete code of law and life. It has two basic sources and foundations: the Quran and the Hadith. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) said: It is the clear fountain from which religious issues and the teachings of Islam are concluded. The Qur'an itself has stated this fact in several places. It is clear, therefore, that the only interpretation of the Quran would be reliable which would be transported by the Holy Prophet. If the Sunnah and Hadith were separated from Qur'an, then the Qur'an would not be able to be a complete code of Life. The Holy Qur'an is a book based on Allah's principles and rules, and for the sake of explaining these principles, Allah has inspired His Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). If Islam had only embraced the Qur'an, then it would not have been necessary for the revelation to be recited by The Holy Prophet. This is impossible without the correct interpretation of the Holy Prophet SAW. In the same way that the Qur'an is sent down by Allah Almighty, Hadith and Sunnah are the same. The Qur'an and the Sunnah have a great relationship, but they are inseparable. One is incomplete without the other. On this most important subject, the scholars of every period have written a lot in their own style. In this regard, Imam Ibn -E-Hazam has recorded his opinion in this regard. The Sunnah cannot be separated from The Holy Qur'an in any case.

Date of Publication:
20-11-2021

موضوع کا تعارف:

اللہ کریم نے انسان کی رشد وہدایت کے لیے انبیا کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری وساری کیا۔اس سلسلہ کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور اس سلسلہ کی آخری کڑی نبی مہربان حضرت محمد ﷺ ہیں۔آپ ﷺ کو اللہ کریم کی طرف سے جو بھی تعلیمات وحی کے ذریعہ ملی ان کا ایک حصہ کتاب اللہ ہے تو دوسرا احدیث رسول اللہ ہے۔امام ابن حزم ظاہری ان کو دین کے دو مستقل ایسے ماخذ مانتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ان دونوں پر نصوص کا اطلاق کرتے ہیں؛اس لیے کہ جب حدیث کا حجت ہونا قرآن کی روشنی میں معلوم ہو گیا تو اس اعتبار سے یہ ماخذ شریعت کی ایک الگ قسم ہوئی جو قرآن کریم کی تکمیل کرتی ہے۔لہٰذا ان دونوں پر نصوص کا اطلاق کیا جائے گا کیونکہ دونوں وحی کی قسمیں ہیں اور جس طرح شریعت کے احکام کو ثابت کرنے کے لیے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح احکام شریعت کو ثابت کرنے کے لیے سنت کی طرف بھی رجوع کیا جاتا ہے۔امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:"والقرآن والخبر الصحيح بعضها مضاف إلى بعض وهما شيء واحد في أنهما من عند الله تعالى وحكمها حكم واحد في باب وجوب الطاعة لهما،لما قدمناه آنفا في صدر هذا الباب قال تعالى "يأيها لذين آمنوا أطيعوا لله ورسوله ولا تولوا عنه وأنتم تسمعون"۔"ولا تكونوا كالذين قالوا سمعنا وهم لا يسمعون"۔فبين تعالى بهذه الآية أنه لم يرد منا الإقرار بالطاعة لرسول الله صلى الله عليه وسلم بلا عمل بأوامره واجتناب نواهيه وهذه صفة المقلدين فإنهم يقولون طاعة رسول الله صلى الله عليه وسلم واجبة""قرآن وحدیث صحیح ان دو نوں کی ایک دوسرے کے ساتھ گہری نسبت ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف منسوب ہوتے رہتے ہیں ؛اس لیے کہ جس طرح قرآن منجانب اللہ نور ہے،اسی طرح صحیح حدیث بھی اسی نور کا ایک حصہ ہے۔جس طرح کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح وہ احکام جو سنت سے ثابت ہیں ان پر بھی عمل کرنا واجب ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔[2]

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیجئے اور جب تم سنتے ہو تو اس سے انحراف نہ کیجئے ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنھوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں۔

امام ابن حزم کی اس رائے سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ ان کی رائے میں علمِ شریعت میں جو مقام و مرتبہ کتاب اللہ کا ہے، وہی سنت صحیحہ کا ہے؛اس لیے کہ من جانب اللہ ہونے میں یہ دونوں برابر ہیں، دونوں ایک ہی مصدر وماخذ کے دو شعبے ہیں،اثباتِ احکام میں بھی دونوں ایک دوسرے کے مماثل ومشابہ ہیں مصدرِ اول یعنی قرآن کریم سے مصدرِ ثانی یعنی حدیث کا اِثبات ہوتا ہے۔ بعض فقہا کی طرح ابن حزم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ قرآن سنت پر حاکم ہے یا نہیں؟ کیونکہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے اسے قرآن کے معیار پر پڑھا جاتا ہے یا حدیث اس اعتبار سے حاکم علی الکتاب ہے کہ حدیث سے قرآن کی معرفت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ بعض شوافع اور حنابلہ کا خیال ہے ۔امام ابن حزم ان دونوں نظریات کے برعکس ایک الگ رائے رکھتے ہیں اور وہ کتاب وسنت کو وحی محمدی کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں جو ایک دوسری کی تکمیل کرتی ہیں اور ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے، یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں۔

روایت کے اعتبار سے اقسام حدیث:

یہ ہیں حدیث کے اقسام اس کی ذات اور ماہیت کے اعتبار سے ابن حزم حدیث کو اس کی روایت کے اعتبار سے بھی تقسیم کرتے ہیں اس لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:(1)احادیثِ متواترہ (2)اَخبار آحاد

احادیث متواترہ:

ابنِ حزم فرماتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ خبر متواتر قرآن کی شارح ہے،اس کے مجملات کی تفصیل کرتی ہے اور دین میں اس کا حجت ہونا بھی قطعی ہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں قرآن میں نص آگئی تو نص کے وارد ہونے کے بعد کبھی بھی دو مسلمان اس بات میں اختلاف نہیں کرتے کہ صحیح حدیث کا اتباع فرض ہے اور یہ کہ حدیث نبوی مراد خداوندی کی تفسیر پیش کرتی اور اس کے مجملات کو تفصیلاً بیان کرتی ہے اس قطعی اجماع کے بعد مسلمانوں کے یہاں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ صحیح حدیث جو کتاب اللہ کی تفصیل پیش کرتی ہے اس کو معلوم کرنے کا طریقہ بتایئے؟ ہر مسلمان رب العالمین کے اس حکم کو دل وجان سے قبول کرتا ہے۔اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ [3] اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کیجئے۔امام ابن حزم احادیث کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں ،خبر متواتر اور خبر آحاد، خبر متواتر کو قرآن مجید کی شارح اور تفسیر قرار دیتے ہیں،اور اس کی اتباع کو لازم قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:"فنظرنا في ذلك فوجدنا الأخبار تنقسم قسمين خبر تواتر وهو ما نقلته كافة بعد كافة حتى تبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم وهذا خبر لم يختلف

مسلمان في وجوب الأخذ به وفي أنه حق مقطوع على غيبه لأن بمثله عرفنا أن القرآن هو الذي أتى به محمد صلى الله عليه وسلم وبه علمنا صحة مبعث النبي صلى الله عليه وسلم وبه علمنا عدد ركوع كل صلاة وعدد الصلوات وأشياء كثيرة من أحكام الزكاة وغير ذلك مما لم يبين في القرآن تفسيره۔ ""ہم نے غور کیا اس معاملہ میں تو ہم نے اخبار کو دو قسموں میں منقسم کیا، خبر متواتر: یہ ان احادیث کو کہتے ہیں جن کو ایک جمِّ غفیر دوسری جماعتِ کثیرہ سے روایت کرتا ہو یہاں تک کہ ان کا سلسلہ آنحضورﷺ تک پہنچ جائے۔ ایسی احادیث سب کے نزدیک قابل احتجاج ہیں اور قطعی طور پر حق و صدق ہیں کیونکہ اخبارِ متواترہ ہی سے ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن وہ کتاب ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ انہی سے آپ ﷺ کی رسالت کا اثبات ہوا۔ انہی سے نمازوں کے رکوع، نمازوں کی تعداد اور بہت سے احکامِ زکوۃ معلوم ہوئے اور اس قسم کے بہت سے احکام معلوم ہوئے جو تفصیلاً قرآن میں مذکور نہیں۔ "[4]

اخبار متواترہ کا حکم:

ابنِ حزم بیان کرتے ہیں کہ اخبار متواترہ یقینی اور طبعی علم کی موجب ہیں جب یہ بات پوری تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ یہ سنت متواترہ ہے تو صرف شریعت اسلامیہ ہی اس کے وجوب کو لازم نہیں کرتی بلکہ بداہت اور انسانی فطرت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس پر عمل واجب ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ حصولِ علم ضروریات میں سے ہے۔ اگر ہم اخبار متواترہ کی بھی تردید کرنا شروع کر دیں گے اور اس سے ثابت ہونے والے علم کو یقینی درجہ نہ دیں گے تو طبعی طور پر بھی بہت سے مسلّمہ معلومات کو رد کرنا پڑے گا۔ مثلاً بلاد و امصار ملوک و سلاطین اور علماء فلاسفہ کا علم تواتر سے حاصل ہوا۔ **امام ابن حزم رقم کرتے ہیں:** "وبينا أن البرهان قائم على صحته وبينا كيفيته وأن الضرورة والطبيعة توجبان قبوله وأن به عرفنا ما لم نشاهد من البلاد ومن كان قبلنا من الأنبياء والعلماء والفلاسفة والملوك والوقائع والتوالف ومن أنكر ذلك كان بمنزلة من أنكر ما يدرك بالحواس الأول ولا فرق ولزمه أن يصدق بأنه كان قبله زمان ولا أن أباه وأمه كانا قبله ولا أنه مولود من امرأة۔ "اگر پوری تحقیق کے ساتھ اس بات کو پرکھا جائے تو ضرورت و طبیعت دونوں تواتر کے قبول کرنے پر ہمیں مجبور کرتی ہیں؛ کیوں کہ ہم نے مختلف بلاد و امصار، سابقہ انبیاء، علماء، ملوک و سلاطین، واقعات و حوادث اور تصانیف و توالیف کو صرف تواتر کی بناء پر پہچانا ہے جو تواتر کا انکار کرتا ہے وہ گویا حواس اول کے مدرکات کا منکر ہے لہٰذا اسے اس بات کا بھی انکار کر دینا چاہیئے کہ اس سے قبل بھی زمانہ گذر چکا ہے

بلکہ اس سے ایک قدم بڑھ کر وہ اپنے والدین کا بھی انکار کرے اور اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ اس نے کسی عورت کے بطن سے جنم لیا۔[5]

اس سے واضح ہوا کہ ابنِ حزم کی رائے میں تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بعینہ اس علم کی مانند ہے جو ہمیں حواس کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے گویا اخبار متواترہ اور امور محسوسہ کا اِذعان وایقان برابر ہے جس طرح بدیہیات میں اختلاف رونما نہیں ہوتا یہی حال متواتر کا ہے انسان کے اکثر معلومات تواتر پر مبنی ہیں مثلاً انسان کے والدین کا علم گزشتہ زمانہ اور ان اشیاء کا علم جو اس میں تھیں۔ مثلاً اشخاص، اشیاء، اعمال اور علاوہ ازیں۔ ان کا علم صرف تواتر سے حاصل ہوتا ہے جو متواتر کا انکار کرتا ہے اس نے گویا معلومات کو کالعدم قرار دیا جس میں قدیم وجدید زندگی کا سانس لیتے ہیں لیکن تواتر کا اطلاق کس سنت پر ہوتا ہے، اس کی کیا شرائط ہیں، جو کتاب اللہ کی تشریح کرتی ہے، اس کے احکام کو ہم پر کھو لتی ہے تو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جب کہ ابن حزم کی اس بارے میں رائے یہ ہے۔

خبرِ متواتر کی تعریف ابن حزم کی نگاہ میں:

وہ سنت متواترہ جس سے کتاب اللہ کی تفصیل کی جاسکتی ہے، جو حجت ہونے میں کتاب اللہ کے مماثل ومساوی ہے ابن حزم کی رائے میں اس کو نقل کرنے والے کم از کم دو ہوں؛ اس لیے کہ دو سے کم راویوں میں تواتر کا تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں تعداد کا وجود ضروری ہے ابن حزم جہاں یہ کہتے ہیں کہ تواتر کی بناء پر جو یقین حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی اور ضروری ہے شرعی نہیں وہاں یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی معلومات جو ہر نفس انسانی میں مرکوز ہیں اور جن کی بناء پر انسان باقی حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے ان میں اس چیز کا علم بھی شامل کہ دو آدمی جو زندگی میں کبھی نہ ملے ہوں اگر ایک روایت کے بیان کرنے میں یک زبان ہوں تو اس روایت کی صداقت کا علم بداہتًہ حاصل ہو جائے گا اور کوئی شخص اس کی تکذیب نہیں کر سکے گا۔ امام ابن حزم متواتر سے حاصل شہد علم کو انہی بدیہیات میں شما ر کرتے ہیں وہ گنتی کو نہیں دیکھتے کیونکہ دس یا بیس آدمی ایک جگہ جمع بھی ہو سکتے ہیں اور روزانہ ان کی ملاقات بھی ہو سکتی ہے اور اس کا امکان باقی رہتا ہے کہ وہ دانستہ دروغ گوئی سے کام لیں اور ایک طے شدہ جھوٹ پر متحد ہو جائیں ان کی باتوں میں اس طرح شک وشبہ رونما ہو جاتا ہے اس کے برخلاف دو آدمی جو باہم کبھی نہ ملے ہوں دونوں میں سے ہر ایک بڑی لمبی خبر بیان کرتا ہو۔ دوسرا شخص بھی مِن وعَن وہ خبر اسی طرح ذکر کرتا ہو ایسی خبر یقین کرنا ایک بدیہی امر ہے یہی وجہ ہے کہ ابن حزم تواتر کے معنٰی کو دیکھتے ہیں اس کی تعداد کو نہیں کہ آیا خبر دہندگان دروغ گوئی پر متفق ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اس پر متفق ہو سکتے ہوں تو وہ خبر متواتر نہ ہو گی راویوں کی تعداد خواہ کتنی بھی ہو۔ اور

اگر دروغ بانی پر جمع ہونا ممکن نہ ہو تو قلتِ عدد کے باوجود وہ خبر متواتر ہو گی البتہ دو سے کم راویوں میں تواتر کا امکان نہیں ہوتا۔[6] ابن حزم کا اعتماد اس نقطہ نظر میں دو امور پر ہے۔

(1): امر اول بداہت جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ فطرتِ انسانی ہے کہ جب دو آدمی کسی خبر کا انکشاف کریں اور وہ باہم ملے بھی نہ ہوں اور اس کے باوجود بھی ان کی خبر ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہو تو بناپر بداہت ان کی خبر صحیح ہو گی۔ اور کوئی شخص اسے جھٹلا نہیں سکتا۔ (2): امر دوم جس پر ابن حزم اعتماد کرتے ہیں وہ استقراء و تتبع ہے مثلاً کسی کی پیدائش معزول، ولی عہدی اور نکاح وغیرہ سے متعلق جو خبریں ملتی ہیں اس کی تصدیق تواتر سے کی جاتی بعض اوقات ایسے دو آدمیوں کی خبر سے بھی اس کے تواتر کا علم ہو جاتا ہے جن کی ملاقات باہم کبھی نہ ہوئی ہو اس سے یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے جب کہ خبر ہر لحاظ سے متفق علیہ ہو۔

خلاصہ:

یہ ہے تواتر کے معنی کے بارے میں ابنِ حزم کا نقطہ خیال! ان کا یہ نظریہ ان کے منہج و مسلک کے ساتھ کامل طور پر ہم آہنگ ہے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ان بدیہیات پر اعتماد کرتے ہیں جسے علم النفس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ لوگوں کے حالات کے اِستقراء اور تتبع پر اس نظریہ کو مبنی قرار دیتے ہیں۔[7]

اخبارِ آحاد:

امام ابن حزم نے حدیث کی جو اقسام ذات وماہیت کے لحاظ بیان کی۔ ان میں سے اول متواتر کی تعریف، اس کا حکم، اور اس کی تفصیل ہمارے سامنے آگئی جب کہ دوسری قسم اخبار آحاد کی ہے۔ اخبار آحاد کے بارے میں ابن حزم کیا نقطہ ءنگاہ رکھتے ہیں؟ اس تفصیل میں جانے سے پہلے ہمارے لیے یہ جاننا بے حد ضروری ہو گا کہ ابن حزم کی نگاہ میں خبر واحد کس کو کہتے ہیں؟

ابن حزم کے ہاں خبر واحد کا تصور: "ما نقله الواحد عن الواحد فهذا إذا اتصل برواية العدول إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وجب العمل به ووجب العلم بصحته أيضا" تو ابن حزم خبر واحد کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ: ایک شخص دوسرے شخص سے نقل کرے اور عدل وثقات کے لحاظ سے اس کا سلسلہ آپ ﷺ سے جا ملے۔ کہ ایسی اخبار آحاد سے اذعان وایقان کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان آحاد پر عمل کرنا بھی واجب ہے "ابن حزم کے ہاں خبر واحد کے راوی کبھی ایک سے زائد بھی ہوتے ہیں لیکن یہ کسی بھی صورت میں متواتر کی حامل نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے یہ شرط بھی لازم ہے کہ اس میں کذب کا احتمال نہ

ہو لہٰذا جو خبر واحد ان شرائط کی حامل ہو گی اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی اخبار آحاد سے اذعان وایقان کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اوران آحاد پر عمل کرنا بھی واجب ہے"۔[8]

اخبار آحاد کے ضمن میں ابن حزم کے دلائل:

ابن حزم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ خبر واحد کی صداقت پر ایمان لانا اور اس پر عمل پیرا ہونا یہ دونوں امور ہمارے لیے ضروری ہیں اور امام ابن حزم اس پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الثقة عن النبي صلى الله عليه وسلم يجزي على ذلك كل فرقة في علمها كأهل السنة والخوارج والشيعة والقدرية حتى حدث متكلموا المعتزلة بعد المائة من التاريخ فخالفوا الإجماع في ذلك۔"** "اہل سنت، خوارج، شیعہ اور قدریہ یہ تمام فرقے رسول اللہ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، برابر حجت تسلیم کرتے رہے، یہاں تک کہ پہلی صدی کے معتزلہ متکلمین آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا"۔[9] خلاصہ یہ کہ امام ابن حزم کے نزدیک اخبار آحاد سے عقائد واعمال دونوں ثابت ہوتے ہیں۔امام ابن حزم اپنے اس نظریہ کے اثبات میں یہ دلائل دیتے ہیں:

(1) پہلی دلیل: قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے: **فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِيْ الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ**[10] ایک جماعت میں سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے کیوں نہ چلے گئے تاکہ واپس آکر اپنی قوم کو ڈراتے ممکن تھا کہ وہ ڈر جاتے۔ابن حزم اس آیت سے یوں استدلال کرے ہیں کہ اس آیت میں "طائفہ "کا لفظ آیا ہے اور طائفہ کا اِطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے اور یہ لُغوی اطلاق ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کا یہ حکم دیا ہے اور ان پر اس بات کو لازم کیا ہے کہ جب یہ طائفہ واپس آکر کوئی چیز بتائے تو سامعین کے لئے اس کا تسلیم کرلینا ضروری ہے یعنی ان کے علم کی صداقت کو ماننا اور اس پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ راوی جب عادل ہو تو اس کی روایت قابل احتجاج ہے۔طائفہ کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اس کی دلیل میں فرماتے ہیں: **"والطائفة في لغة العرب التي بها خوطبنا يقع على الواحد فصاعدا وطائفة من الشيء بمعنى بعضه هذا ما لا خلاف بين أهل اللغة فيه۔"** "عربی زبان میں طائفہ کا اطلاق ایک یا ایک سے زائد پر ہوتا ہے۔عربی میں جب "**طَائفة مِنَ الشَّيْئِ**"بولتے ہیں تو اس سے مراد چیز کا کچھ حصہ ہوتا ہے یہ ایسی بات ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"[11] اس آیت میں طائفہ سے "مفرد" معنی متعین کرنے میں محققین ابن حزم سے اختلاف کرتے ہیں اور

محققین کا کہنا ہے کہ ہم یہ لغوی بیان تسلیم کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طائفہ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں جمع کا قرینہ موجود ہے اور وہ جمع کی ضمیر ہے کیونکہ "لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ۔"سب جمع کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا اس آیت سے استدلال کرنے میں ہم ابن حزم سے اتفاق نہیں کرتے۔

(2)دوسری دلیل: وهو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رسولا إلى كل ملك من ملوك الأرض المجاورين لبلاد العرب۔۔۔۔الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کے ان سلاطین کی طرف جو بلادِ عرب کے قریبی علاقوں میں بر سرِ اقتدار تھے ایک ایک قاصد بھیجا تھا قاصدوں کے بھیجنے کا واقعہ مشہور ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اس ایک قاصد کی زبانی بیان کردہ شرعی احکام ان کے لئے واجب الاطاعت ہیں لہٰذا آپ کا ایک قاصد کو بھیجنا خبر واحد کے قبول کرنے کی دلیل ہے۔[12]

(3)تیسری دلیل: "وأبا بكر على الموسم مقيما للناس حجهم وأبا عبيدة إلى نجران وعليا قاضيا إلى اليمن وكل من هؤلاء مضى إلى جهة ما معلما لهم شرائع الإسلام وكذلك بعث أميرا إلى كل جهة أسلمت بعدت منه أو قربت كأقصى اليمن والبحرين وسائر الجهات والأحياء والقبائل التي أسلمت بعث إلى كل طائفة رجلا معلما لهم دينهم ومعلما لهم القرآن ومفتيا لهم في أحكام دينهم وقاضيا فيما وقع بينهم وناقلا إليهم ما يلزمهم عن الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم وهم مأمورون بقبول ما يخبرونهم به على نبيهم صلى الله عليه وسلم۔۔۔"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو امیر حج بنا کر، حضرت علی کو یمن کی طرف، ابو عبیدہ کو نجران کی جانب بھیجا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس علاقہ کے لوگ مشرف باسلام ہو چکے تھے ان کی طرف آپ نے ایک ایک صحابی کو امیر بنا کر بھیج دیا خواہ وہ علاقہ قریب ہو یا دور تاکہ ان کو شرعی احکام سکھائیں، قرآن پڑھائیں اور ان کے معاملات طے کریں وہ سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مامور تھے۔ اگر ایک شخص کی خبر علم و عمل کی موجب نہ ہوتی تو آپ ایک ایک شخص کو نہ بھیجتے بلکہ ہر جگہ ایک جماعت بھیجتے تاکہ وہ ایک دوسرے کے حق میں شہادت دے کر اس کی تصدیق کر سکتے۔[13]

(4)چوتھی دلیل: صحابہ کرام کی یہ عادت تھی کہ کب کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو باہم پوچھتے کہ آیا کسی کو اس کے متعلق حدیث کا علم ہے؟ جب کوئی شخص بتا دیتا وہ حدیث کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔ بعض صحابہ

کرام مثلاً حضرت ابو بکر شہادت بھی طلب کیا کرتے تھے حضرت علی زیادہ تاکید کے لئے حلف دیتے تھے، ویسے بلا حلف بھی حدیث کو قبول کر لیتے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد علم و عمل دونوں کے لئے کافی ہے۔[14]

مخالفین کے اقوال کی تردید:

جن دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد جب عادل راوی کی روایت کردہ ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو تو وہ قابل احتجاج ہے ان کی تفصیلات کاذکر کرنے کے بعد ابن حزم ان علماء کے اقوال کی تردید کرتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ آج دینی امور کا جاننا سب کے لئے ضروری ہے مثلاً اذان اور اقامت وغیرہ ان کے بارے میں ایک شخص کی روایت معتبر نہیں ہے۔ پھر احناف کی تردید کرتے ہیں جو خبر واحد کی قبولیت کے لئے شہرت کی قید لگاتے ہیں پھر معتزلہ کی تردید پر قلم اٹھاتے ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ اخبار آحاد سے عقائد کا اثبات نہیں ہوتا۔ابن حزم اس نظریہ کی بھی تردید کرتے ہیں کہ خبر واحد ظنی علم کا فائدہ دیتی ہے اور یقینی کا نہیں۔وہ لکھتے ہیں:"وقد صح أن الله تعالى افترض علينا العمل بخبر الواحد الثقة عن مثله مبلغا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن نقول أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا وقال عليه السلام كذا وفعل عليه السلام كذا وحرم القول في دينه بالظن وحرم تعالى أن نقول عليه إلا بعلم فلو كان الخبر المذكور يجوز فيه الكذب أو الوهم لكنا قد أمرنا الله تعالى بأن نقول عليه ما لا نعلم ولكان تعالى قد أوجب علينا الحكم في الدين بالظن الذي لا نتيقنه والذي هو الباطل الذي لا يغني من الحق شيئا۔"''یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی خبر پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ ثقہ ہو اور اپنے جیسے ثقہ سے روایت کرتا ہو اور اس طرح وہ سند آنحضور تک پہنچ جائے۔ہمارا یوں کہنا بھی قرین صحت ہے کہ رسول اللہ نے اس بات کا حکم دیا آپ نے یوں فرمایا یا آپ نے اس طرح کیا۔خداوند تعالیٰ دین اسلام میں ظن کی بناپر کوئی بات کہنے سے منع فرمایا ہے بلکہ اس کا پورا یقین ہونا چاہیے اگر خبر مذکور میں کذب یا وہم کا احتمال ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ بات کہنے کا حکم دیا جو ہم جانتے نہیں اور اس طرح اس نے دین میں ظن کی بناپر حکم صادر کرنا ہم واجب قرار دیا۔حالانکہ ہمیں اس کا علم نہیں اور وہ ایسا باطل ہے جو کسی فائدہ کا موجب نہیں۔[15]

خلاصہ:

ابنِ حزم کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظن پر عمل نے سے منع فرمایا ہے۔کتاب لاریب میں باری تعالیٰ کا حکم ہے:اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا[16] ظن حق کی جگہ کام نہیں دیتا۔اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع

فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں علم کے بغیر ہم کو کوئی بات کہیں اگر احادیث سے ظنی علم حاصل ہوتا اور یقینی اور قطعی علم حاصل نہ ہوتا تو اخبار آحاد سے احتجاج کرنا منع ہوتا۔ حالانکہ ہمیں ان سے احتجاج کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان سے احتجاج کرنا اخذ بالظن کے قبیل سے نہ ہوگا، بلکہ مفید یقین واذعان ہوگا۔

کتاب وسنت کی مساوات باعتبار وجوب اطاعت:

جب یہ بات دلائل کی روشنی میں ثابت ہوگئی کہ شرعی احکام کے ذکر و بیان میں حدیث نبوی حجت ہے تو استدلال کے نقطۂ خیال سے کتاب وسنت دونوں برابر ہوئے اور ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ نہ ایک کی موجودگی کی بنا پر دوسرے کو رد کیا جا سکتا ہے بلکہ دونوں شریعت کی تفصیلات بیان کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ابنِ حزم استدلال میں بھی ان کو برابر سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں شرعی نص ہیں اور اجماع کا مرتبہ ان کے بعد ہے قرآن کو جو سبقت و تقدم حدیث پر حاصل ہے وہ اعتبار ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن سے حدیث نبوی کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں: "ولا خلاف بين المسلمين في أنه لا فرق بين وجوب طاعة قول الله عز وجل وأقيموا الصلاة وآتوا لزكاة وأطيعوا الرسول لعلكم ترحمون} وبين وجوب طاعة رسوله صلى الله عليه وسلم في أمره أن يصلي المقيم الظهر أربعا والمسافر ركعتين وأنه ليس ما في القرآن من ذلك بأوجب ولا أثبت مما جاء من ذلك منقولا نقلا صحيحا عن النبي صلى الله عليه وسلم وإن كانوا قد اختلفوا في كيفية الطريق التي بها يصح النقل فقط۔"[17] "مسلمانوں کے یہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" اور نبی کریم کے اس فرمان میں کہ مقیم ظہر کی چار رکعتیں پڑھے اور مسافر دو رکعتیں پڑھے۔ "وجوبِ اطاعت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ یہ امر بھی مسلّمہ ہے کہ قرآن میں جو احکام مذکور ہیں وہ احادیث صحیحہ میں ذکر کردہ احکام کی نسبت کچھ زیادہ واجب نہیں ہیں، بلکہ وجوب کے لحاظ سے مساوی ہیں۔ اگرچہ صحبتِ نقل کے اعتبار سے قرآن وحدیث میں فرق پایا جاتا ہے۔ ابنِ حزم حدیث نبوی کو مثلِ قرآن قرار دیتے ہیں اور وجوب اطاعت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتے وہ اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[18] جو رسول علیہ السلام کی اطاعت کرے گا اس نے گویا خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت وحی ہونے کے لحاظ سے بھی برابر ہیں اور یہ بات بھی ان کے درجہ میں مساوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[19] ہمارا پیغمبر ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے

جو بھیجی ہے۔جب قرآن وحدیث وحی ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں تو استدلال میں بھی ان کا مرتبہ ایک ہی ہے ان دونوں کو نصوص کا مرتبہ حاصل ہے اور اس میں دوسری کوئی دلیل ان کی مزاحم نہیں ہو سکتی۔اجماع ودلیل کا مرتبہ یقیناًان کے بعد ہے۔اجماع دلیل کے مقابلہ میں مقدم ہے۔

حدیث سے تخصیصِ قرآن:

ابنِ حزم جہاں استدلال کے اعتبار سے کتاب و سنت کو مساوی قرار دیتے ہیں اور دوسرے دلائل سے ان کو مقدم سمجھتے ہیں وہاں اور دو ضابطے بھی مقرر کرتے ہیں۔

پہلا ضابطہ: امام ابن حزم اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث سے قرآن کی تخصیص ہو جاتی ہے کہ جب قرآن میں کوئی لفظ عام وارد ہو اور حدیث میں وہی لفظ خاص ہو تو حدیث نے آکر قرآن کے اس عام کو خاص کر دیا۔اس پر شواہد پیش کرتے ہوئے امام ابن حزم فرماتے ہیں:

(1): قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا مطلقاً فرمان ہے: **والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما** [20] کہ چور کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھ کاٹ دو۔دوسری جانب حدیث میں آیا ہے کہ: **تقطع الید فی ربع دینا ر فصاعدا** [21] دینار کی چوتھائی یا اس کی زیادتی میں ہاتھ کاٹا جائے۔اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایک چوتھائی دینار سے کم میں قطع ید نہیں لہٰذا حدیث سے آیت کی تخصیص ہو جائے گی۔

(2): اسی طرح قرآن کی یہ آیت عام ہے: **وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** [22] جو مائیں تمہیں دودھ پلائیں وہ حرام ہیں اسی طرح رضاعی بہنیں بھی حرام ہیں۔دوسری جانب حدیث میں آیا ہے کہ: **لاتحرم المصة ولا المصتان** [23] ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہو گی۔اس حدیث سے آیت کی تخصیص ہو جائے گی۔

(3) قرآن میں حکم ربانی ہے: **فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ** [24] جو شخص تم پر زیادتی کرے تو بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر لو۔حدیث نے اس کی تخصیص کر دی۔آپ ﷺ نے فرمایا: **لا یحل دم رجل مسلم، یشهد أن لا له لا الله، وأنی رسول الله، لا بحدی ثلاث الثیب الزانی، والنفس بالنفس، والتارک لدینه المفارق للجماعة** [25] کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے یا شراب خوری کے جرم میں تین مرتبہ حد لگ جانے کے بعد شراب پیے تو اسے قتل کر دیا جائے۔سنت قطعی الدلات ہے کتاب وسنت کے عام دلائل دونوں قطعی ہیں ان کی مانند خاص بھی قطعی ہے۔اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث استدلال کے اعتبار سے مساوی الدرجہ ہیں مزید براں ابن حزم تخصیص کو بیان قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے حدیث قرآن کی مبیّن اور شارح ہو گی قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ [26] تاکہ آیت نازل کردہ کتاب کی وضاحت کردیں۔دیگر دلائل کی روشنی میں یہ بات ہمارے سامنے آگئی کہ حدیث کتاب اللہ کی شارح و ترجمان ہے۔ابن حزم کے نزدیک زیادت کی طرح، تخصیص کی بحث میں بھی ایک نص کے قرآن میں دوسری نص کے حدیث میں ہونے سے یا کسی کے زمانی لحاظ سے مقدم یا مؤخر ہونے سے کوئی فرق واضح نہیں ہوتا۔ان میں سے کوئی بھی صورت ہو، کسی بھی نص کو ترک کیے بغیر دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔آپ لکھتے ہیں:

"فقد أرينا في هذه المسائل استثناء الأقل معاني من الأكثر معاني وأرينا في ذلك إباحة من حظر وحظرا من إباحة وحديثا من آية وآية من حديث وآية من آية وحديثا من حديث ولا نبالي في هذا الوجه كما نعلم أي النصين ورد أولا أو لم نعلم ذلك وسواء كان الأكثر معاني ورد أولا أو ورد آخرا كل ذلك سواء ولا يترك واحد منهما للآخر لكن يستعملان معا كما ذكرنا"[27]

"ہم نے دیکھا کہ ان مسائل میں خاص نص،عام نص کے حکم میں استثناء کرتی ہے،اور کبھی حرمت کے حکم سے کسی مباح چیز کو اور کبھی اباحت کے حکم سے کسی ممنوع چیز کو مستثنیٰ قرار دیتی ہے۔یہ تخصیص آیت ،حدیث میں اور حدیث ،آیت میں اسی طرح ایک آیت دوسری آیت میں اور ایک حدیث دوسری حدیث میں کرسکتی ہے،اس صورت میں اس تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں کہ کون سی نص پہلے وارد ہوئی اور کون سی بعد میں۔چاہے عام نص پہلے وارد ہوئی ہو یا بعد میں،دونوں صورتیں یکساں ہیں اور ان میں سے کسی نص کو ترک نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں پر عمل کیا جائے گا۔"

ابن حزم اس امر میں امام شافعی کے ہمنوا ہیں کہ اخبار آحاد سے کتاب اللہ کی تخصیص درست ہے البتہ دوسری بات میں ان سے اتفاق نہیں کیونکہ شوافع کہتے ہیں کہ اخبار آحاد ظنی ہیں اور عامِ قرآن بھی ظنی ہے اس لئے کہ کوئی عام ایسا نہیں جس کی تخصیص نہ ہو چکی ہو اس کے برخلاف ابن حزم کہتے ہیں کہ عام قطعی الدلالت ہے احادیث آحاد بھی قطعی ہیں اور مفیدِ علم و عمل ہیں اور ایک قطعی جب دوسرے قطعی کا شارح ہو تو اس سے اس کی تخصیص جائز ہے۔

ابن حزم کے مؤقف کا خلاصہ:

* ابن حزم کتاب اللہ وسنت کو مقام و مرتبہ میں مساوی مانتے ہیں ان میں کسی بھی لحاظ سے فرق نہیں کرتے۔

* ابن حزم کے ہاں خبر واحد سے حاصل ہونے والا علم یقینی ہوتا ہے۔
* خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام کی تخصیص کرنا درست ہے۔
* کتاب وسنت کا کبھی بھی آپس میں تعارض نہیں ہو سکتا۔

سفارشات

کتاب اللہ اور سنت رسول شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ ہیں؛اس لیے سنّت کی تقسیم کس طرح سے ہے یہ فقہ کا ایک اہم حصہ ہے اور فقہ کی ہر اہم کتاب میں یہ موجود ہے۔اس آرٹیکل میں ''اخبار کی تقسیم اور ان کے احکام'' پر امام ابن حزم کے نقطہ ءنگاہ کو بیان کیا گیا ہے۔اس موضوع پر کئی شخصیات کے نقطہ ءنگاہ کے حوالہ سے مزید تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے جن میں چند ایک یہ ہیں:

خبر متواتر اور اخبار آحاد میں ابن قیم کا نقطہ نگاہ — خبر متواتر اور اخبار آحاد میں امام شافعی کا نقطہ نگاہ

خبر متواتر اور اخبار آحاد میں امام شاطبؒ کا نقطہ نگاہ — خبر متواتر اور اخبار آحاد میں احناف کا نقطہ نگاہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1 ابن حزم، علی بن احمد،الاحکام فی اصول الاحکام،(القاہرہ:دار الحدیث،1404ھ)،98/1۔

Ibn e Hazm, Abū Muhammad, ʿAlī bin Aḥmad, AL-IHKAM FĪ OUSSOUL AL-AHKAM, (Al-Qāhirah: Darul Hadees, 1404), 1:98.

2 الانفال8:20

Al-Anfāl,8:20

3 المائدہ5:92

Al-Māida,5:92

4 ابن حزم،الاحکام،104/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:104.

5 ابن حزم،الاحکام،104/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:104.

6 ابن حزم،الاحکام،116/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:116.

7 ابن حزم،الاحکام،118/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:118.

[8] ابن حزم،الاحکام104/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:104.

[9] ابن حزم،الاحکام،114/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:114.

[10] التوبۃ122:9۔

Al-Taubah, 9:122.

[11] ابن حزم،الاحکام،90/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:90.

[12] ابن حزم،الاحکام90/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:90.

[13] ابن حزم،الاحکام،110/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:110.

[14] ابن حزم،الاحکام،110/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:110.

[15] ابن حزم،الاحکام،125/1۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 1:125.

[16] النجم28:53

Al-Najam, 53:28.

[17] ابن حزم،الاحکام،22/2۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 2:22.

[18] النساء80:4

Al-Nisā,4:80

[19] النجم3:53

Al-Najam, 53:3.

[20] المائدہ38:5

Al-Māida,5:38

[21] بخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ "والسارق والسارقۃ، رقم الحدیث6789۔

Bukhārī, Muhammad bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ Al-Sahīh, Kitāb ul Hudood, Hadith Number: 6789.

[22] النساء33:4

Al-Nisā,4:33

[23] مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصۃ والمصتان، رقم الحدیث1450۔

Muslim bin Hajāj, Al-Sahīh, Al-Muslim, Kitāb ul Riza, Hadith Number: 1450.

[24] البقرہ194:2

Al-Baqarah,2:194

25 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی من ارتد، رقم الحدیث4352۔

Abū Dawdood, Suleiman Ibn al-Ash'ath, Sunan Abī Dawūd, Kitāb ul Hudood, Hadith Number: 4352.

26 النحل16:44

Al-Nahal, 16:44.

27 ابن حزم، الاحکام، 23/2۔

Ibn e Hazm, AL-IHKAM, 2:23.